کے مطالعہ سے میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا ہے اور اس کے احکام کی ضرورت و افادیت سے مجھے پورا اتفاق ہے۔ مگر چہرے کے باب میں آپ نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ مجھے مطمئن نہیں کرتی۔ میرے دل میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(ا) اگر چہرہ کا چھپانا ضروری ہوتا تو اس کے لئے غیر مبہم صریح حکم ہونا چاہیے تھا۔ قرآن کی جس آیت سے آپ نے چہرہ کا حکم نکالا ہے اس کا مدعا اگر چہرہ چھپانا ہوتا تو "یدنین علیہن" کے بجائے "یدنین علی وجوھھن" کیوں نہ فرما دیا جاتا۔ پھر چونکہ ادنائے جلباب کا مقصد یہ بتایا گیا کہ "ایذا نہ دی جائیں"۔ تو اس صورت میں اگر کسی عورت کو کھلے چہرے بھی ایذا دیئے جانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر کیوں یہ پابندی عائد کی جائے۔

(ب) جب اللہ نے مردوں اور عورتوں کو ساتھ ساتھ پیدا کیا ہے اور عورتیں کہیں بھی مردوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتیں تو ان کے لئے مردوں سے چھپا رہنا سخت تکلیف کا باعث ہے۔ چہرے کے پردہ کی وجہ سے بے شمار کاموں کا حرج ہوتا ہے گرمیوں میں نقاب اوڑھنے سے بڑی گھٹن ہوتی ہے۔ سیر اور ہوا خوری سے استفادہ کا امکان نہیں رہتا۔ از روئے تجربہ چہرے کا کھلا رہنا کسی خاص فتنہ کا باعث نہیں ہے۔ دیہات میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں بلکہ نوجوان کنواری لڑکیاں تک کھلے بندوں پھرتی ہیں۔ مگر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ سوائے شاذ واقعات کے جو شہروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جہاں پردے اور نقاب کا رواج نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ مغرب میں جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کے اسباب دوسرے ہیں۔

جواب:-

(۱) شریعت نے ایمان باللہ کی دعوت سے لے کر زندگی کے معاملات کے احکام تک میں مردوں اور عورتوں کو بالعموم اکٹھا ہی خطاب کیا ہے۔ دنیا بھر کی زبانوں کے عام قاعدے کے عین مطابق صورت یہی ہے کہ خطاب بظاہر مردوں سے کیا جاتا ہے اور تمام افعال اور حروف اضافت وہی استعمال کئے جاتے ہیں جو طبقہ ذکور کے لئے مروج ہوتے ہیں۔ عورتیں اس عمومی خطاب میں بالتبع مخاطب ہوتی ہیں۔ دنیا میں جہاں مرد و زن کی مرتبی مساوات کا غیر معمولی چرچا ہے وہاں بھی طرز خطاب یہی رائج ہے کہ مردوں سے براہ راست اور عورتوں سے بالتبع کلام کیا جاتا ہے۔ یوں اگر معمولی سی عقل سے بھی کام لیا جائے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ جن مقاصد کے لئے نماز اور دوسری

عبادات فرض کی گئی ہیں ان کا تعلق جتنا مردوں سے ہے اتنا ہی عورتوں سے ہے بنا بریں دونوں کے لئے عبادات
کی فرضیت بھی یکساں ہے مثلاً نماز کا ایک مقصد بتایا گیا ہے ۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر   بلاشبہ نماز بے حیائی اور گناہ کی باتوں سے باز رکھتی ہے

اب اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر صرف مردوں کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ عورتوں کا بھی برابر کا اس میں دخل ہے ۔ پھر اگر صالح معاشرہ کے لئے مردوں کا فحشاء و منکر سے محفوظ کرنا ضروری ہے تو آخر عورتوں کو فحشاء و منکر سے پاک کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیوں نہ ہو ۔۔۔ یا کیا عورتوں کے لئے نماز کی جگہ کوئی دوسری تدبیر فحشاء و منکرات سے باز رہنے کی شریعت نے تجویز کی ہے ؟

اسی طرح نماز کا دوسرا مقصد یوں بیان کیا گیا ہے کہ

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ   صبر (کی خصلت) اور نماز (کی پابندی) کا سہارا لو

کیا اس سہارے سے عورتیں بے نیاز ہو سکتی ہیں اور اس کی ضرورت صرف مردوں ہی کو لاحق ہو سکتی ہے ؟

ذیل کی آیت مردوں اور عورتوں کو ایمان ، عبادات اور اقامت دین کی ساری ذمہ داریوں کے جوئے تلے جمع کر دینے والی ہیں ۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذٰکرین اللہ کثیرا والذٰکرٰت اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ۲۲ ع

اس آیت میں اسلام ، ایمان ، قنوت ، صدق ، صبر ، خشوع ، صدقہ ، روزہ ، حفظ ناموس اور ذکر کثیر وغیرہ کو مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بطور صفات حمیدہ یکساں گنوایا گیا ہے کہ یہ چیزیں ہیں جو مغفرت و اجر کا موجب ہوں گی ۔

قنوت ، خشوع اور ذکر کی جامع ترین مظہر نماز ہے اور یہ آیت اس کی طرف کھلا اشارہ کرتی ہے ۔ علاوہ ازیں روزہ و صدقہ (زکوٰۃ) کو بھی اس میں گنوایا گیا ہے حالانکہ روزہ کے لئے بھی ایک عورت بہت سے دلائل و عذر بیان کر سکتی ہے

نبی صلعم کی ازواج مطہرات کو تنبیہ کے طور پر فرمایا گیا کہ:-

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝ (پ ۲۸ ع ۱۹)

اس میں قنوت کے عام وسیع مفہوم کے علاوہ نماز کی طرف بھی اشارہ ہے اور لفظ عابدات تو خود بتا رہا ہے کہ عبادات پنجگانہ کو فرض کی حد تک ہی نہیں بلکہ اس سے زائد بطور نفل ادا کرنے والی عورتوں کا ذکر ہے اور یہ صفات مطلوب اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ ازواج مطہرات ان کو نشوونما دیں۔

لیکن ان ارشادات سے اگر اطمینان نہ ہو تو کھلا حکم بھی موجود ہے۔ ازواج مطہرات ہی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔

یہاں کھلا کھلا حکم نماز موجود ہے اور اس کے ساتھ زکوٰۃ دینے اور خدا اور رسول کی اطاعت پر کاربند ہونے کے لئے بھی تاکید ہے۔

مزید دلائل کی ضرورت ہو تو حدیث کی کسی کتاب کو اٹھا کر اس میں کتاب الطہارت و باب تحائض نکال کر ملاحظہ فرما لیجئے۔ نبی صلعم کی طرف سے واضح تصریحات ملیں گی۔

یوں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ فرض (ڈیوٹی) کوئی بھی ہو، وقت اور آرام کی قربانی چاہتی ہے۔ اور دوسرے مشاغل کو کنارے رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ معاملہ جیسے مردوں کے لئے ہے ویسے ہی عورتوں کے لئے ہے بلکہ مردوں کو نسبتاً کہیں زیادہ نازک تر ذمہ داریوں میں گھرے ہونے کے باوجود نماز کے لئے وقت نکالنا ہوتا ہے۔ جیسے کسی کارخانہ کے منیجر، کسی مدرسے کے معلم اور کسی گاڑی کے گارڈ کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر نماز کی اہمیت کا تقاضا اتنا دور تک پہنچتا ہے کہ عین حالت جنگ میں جب کہ گولے برس رہے ہوں سپہ سالار اور سپاہیوں کو نماز ادا کرنی ہوتی ہے۔ پھر اگر کوئی عورت بچوں کے دنگے فساد کا عذر پیش کرے تو اسے کیا وزن دیا جا سکتا ہے۔

ایام خاص کے لئے جو رخصت دی گئی ہے اسے عام حالات پر نہیں پھیلایا جا سکتا۔ ورنہ پھر ہر رخصت

کو عام حالات پر پھیلانا جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً سفر کے لئے قصر کرنے کے قاعدے کو قیام کی حالت میں کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے یا موت کا شکار ہونے سے بچنے کے لئے حرام چیز کھانے کی جو اجازت دی گئی ہے اس سے روزمرہ کے لئے تو کوئی قاعدہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔

یہ عذر بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ نماز میں توجہ کی یکسوئی ممکن نہیں ہوتی۔ لہٰذا نماز سے فائدہ کیا۔ خشوع اور خضوع کی حالت پیدا ہونے میں خارج کے حالات بھی ہر آدمی کے لئے کسی نہ کسی قدر مانع ہوتے اور اس کے دماغ کا داخلی عمل بھی برابر اس میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ لیکن حدیث میں ایک سوال کے جواب میں نبی صلعم نے اس مشکل کا حل یہ فرمایا ہے کہ موافقات اپنا کام کرتے رہیں نمازی کو چاہیئے کہ وہ جب بھی توجہ کے اکھڑ جانے پر متنبہ ہو فوراً بالارادہ پھر یکسوئی پیدا کرے، اور برابر اس کشمکش میں لگا رہے۔

(۲) مولینا نے اپنی کتاب پردہ میں چہرہ چھپانے کے متعلق جو بحث کی ہے اسے براہ کرم پھر مطالعہ فرمائیں۔ اس میں اس حکمت کو پوری طرح واضح کیا گیا ہے چہرہ انسانی جذبات و احساسات اور ذہنی حرکات کا پورا پورا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اور انسان کا ذہن جن مختلف آلات پیغام رسانی کو استعمال کرتا ہے ان میں سے بیشتر چہرے ہی پر جمع کئے گئے ہیں۔ زبان اور ہونٹ بجائے خود تعبیرات کہنے میں لفظوں اور آوازوں کے محتاج ہیں لیکن چہرے کے دوسرے حصے اپنا پیغام دینے کے لئے نہ لفظوں کے ضرورت مند ہیں اور نہ آوازوں کے، بلکہ ان کی ڈکشنری ان کی گرامر اور ان کا ادب نہ لفظوں سے تعلق رکھتا ہے نہ آوازوں سے، پیشانی کی سلوٹوں کے اتار چڑھاؤ، آنکھوں کی پتلیوں کی گردش، کمان ابرو کی ناوک اندازیاں، رخساروں کے رنگ کا تغیر، وہ کچھ کر جاتا ہے جو زبان اور لب گھنٹوں ایڑیاں رگڑتے رہیں تو بھی نہ کرسکیں۔

چہرے کی اہمیت ایسی دو تصویروں سے ظاہر ہوسکتی ہے جن میں سے ایک میں چہرہ بنایا گیا ہو اور دھڑ بھی اور دوسری میں دھڑ دکھایا جائے لیکن چہرے پر سیاہی لیپ دی جائے۔ پردے کا جو قانون کھلے چہرے کے ساتھ ڈھکے ہوئے دھڑ کا مطالبہ کرے اس کی ضرورت و اہمیت پر کوئی آدمی آخر کیا استدلال کرے گا؟

یورپ کی معاشرتی تہذیب کی فتنہ انگیزیوں کی بنیاد صرف کھلے چہرے پر نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عورتوں کا بے نقاب چہروں کے ساتھ گھومنا پھرنا اس تہذیب کے فتنہ انگیز مظاہر میں سے ایک ہے۔ وہ ایک جامع تہذیب ہے۔ جس کا تقاضا ہی یہ ہے اور جس میں اہتمام بھی یہی کیا ہے۔ اس میں نقاب پوش چہرے کی

کھپت ہی نہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل مغربی تہذیب کے نمونے کو اگر آپ دیکھیں تو اس میں بے نقاب چہرے کے لیے جگہ پیدا کرنے میں دھاندلی سے کام لئے بغیر چارہ نہیں۔ جہاں آواز پر پابندیاں ہوں، یہاں تک کہ نماز میں امام کو لقمہ دینے میں بھی عورتوں کے لئے ایک خاص محتاط صورت تجویز کی گئی ہو، خوشبو لگانے پر پابندیاں ہوں، زینت کے اظہار پر پابندیاں ہوں، بجنے والے زیورات پر پابندیاں ہوں، پاؤں زور سے مار کر چلنے میں پابندیاں ہوں، لباس تک کے اظہار پر پابندیاں ہوں وہاں کھلے چہرے کے لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کوئی مقام نکالا جا سکتا ہے۔

ہمارے دیہات اور شہر دونوں کے دونوں کھلے چہروں کے ساتھ بھی اور ڈھکے چہروں کے ساتھ بھی سخت قسم کے معاشرتی مفسدات سے دوچار ہیں۔ اور اس میں جتنا دخل بے نقابی کا ہے اتنا ہی دخل اس اہتمام نقاب کا بھی ہے جو اطاعت خدا و رسول کے جذبے کے بجائے رسم پرستی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی کی پوری معاشرتی سکیم میں سے اگر آپ ایک اہتمام نقاب کو اختیار کیے پھریں تو اس سے آخر نظام معاشرت کو کونسا سرخاب کا پر لگ جائے گا۔ اور اتنی سی کارروائی سے اس بات کی ضمانت کیسے مل جائے گی کہ عشق و معاشقہ بے حیائی اور اغوا کے مفاسد کا دروازہ نہ کھلنے پائیگا۔

"یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" (وہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈھلکا لیا کریں) کے حکم میں اگر آپ علیھن کے لفظ پر غور کریں تو اس سے سر پا کو ڈھانپنے کا تصور حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ چادریں سروں کے اوپر سے پورے جسموں پر ڈالی جانی مطلوب ہیں۔ آخر کس گرامر اور کس ادب کی رو سے آپ چہرے کو الگ نکال لے جائیں گی۔ یہ البتہ جداگانہ بات ہے کہ شریعت کا مطالبہ عین برقعے کا نہیں، بلکہ چادر کی بکل مارنے اور گھونگھٹ نکالنے کی حد تک ہے۔ یہ کام آپ چاہیں تو برقعے سے لیں اور چاہیں تو بڑی چادر سے۔

جہاں تک سیر سپاٹے اور بازار گردی کا تعلق ہے "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" کے اصولی حکم کے تحت اسلامی نظام معاشرت کے تحت زندگی بسر کرنے والی عورتوں کے لئے اس کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ بحالی صحت کے لئے کوئی حرج نہیں کہ عورتیں محرم مردوں اور بچوں کے ساتھ مناسب اوقات میں ایسی اطراف میں جہاں مردوں کی آمد و رفت نہ ہو۔ اعتدال کی حد تک ہوا خوری کریں۔ جہاں بے پردگی کا اندیشہ ہو وہاں گھونگھٹ

یا نقاب ہٹالیں اور جہاں ایسا اندیشہ محسوس ہونے لگے وہاں محتاط ہو جائیں۔

یہ دلیل کوئی دلیل نہیں۔ یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں لہٰذا ان کو ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور گھومنا پھرنا بھی لازم ہو گیا۔ اس دلیل سے تو آپ اول سے آخر تک مغربی تہذیب کی ہر چیز کو جائز قرار دے سکتی ہیں، بلکہ اس سے بھی چند قدم آگے جا سکتی ہیں۔ محرم و غیر محرم کی تقسیم قرآن و حدیث کی قطعی نصوص کی رو سے اٹل ہے اور اس تقسیم کا لحاظ کئے بغیر ایک مسلمان خاتون آخر کیسے پابند اسلام رہ سکتی ہے۔

بحمد اللہ کہ آپ کے اندر اسلام سے بغاوت کا جذبہ موجود نہیں ہے آپ کے لئے اتنا کافی ہے کہ خدا و رسول کے احکام آپ کو معلوم ہو جائیں

بیگم لیاقت علی خان اور مسئلہ تعدد ازدواج

سوال:-

بیگم لیاقت علی خان اپنے دورہ امریکہ کے دوران میں مختلف مقامات پر جس قسم کے خیالات کا اظہار کر چکی ہیں ان کے متعلق ہمیں کچھ کہنے کا حق حاصل نہیں۔ پاکستان میں انہیں جو قابل رشک مجلسی مقام حاصل ہے اس کے پیش نظر وہ ہر بات تحکم کے ساتھ کہہ سکتی ہیں۔ انہی کی رائے وقیع سمجھی بھی جانی چاہیے۔ لیکن ایک خاص مسئلہ کے بارے میں انہوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے متعلق میں آپ کی راہنمائی طلب کرنا چاہتا ہوں۔

پاکستان کی خاتون اول نے ۱۰ مئی سنہ ۱۹۵۰ء کو نیویارک میں کہا ہے کہ "میں ذاتی طور پر اس بات کے حق میں ہوں کہ مرد صرف ایک بیوی کریں..... ممکن ہے کہ پاکستان میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے پر قانونی پابندی لگا دی جائے"

جہاں تک ہمیں علم ہے قرآن میں مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے۔ اگر اس کے متعلق قرآن میں واضح حکم موجود ہے تو اس کے خلاف کسی کو لب کشائی کی جرأت نہیں ہونی چاہیے۔ قرآن کے واضح حکم کی موجودگی میں کسی شخص کو یہ حق

حاصل نہیں کہ وہ اس کو اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے پیمانہ پر ناپنے کی کوشش کرے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اگر اب تک اس میں اسلامی نظام کا نفاذ نہیں کیا جا سکا، جب بھی ہمیں ملک کے ارباب بست و کشاد کے دعاوی و اعلانات کی بنا پر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ پاکستان میں قرآن کے ابدی ضابطہ جات کے سوا کوئی نظام نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ مجلس دستور ساز کی منظور کردہ قرار داد مقاصد سے بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلامی نظام کا نفاذ کرتے ہوئے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم قرآنی احکامات میں رد و بدل کر سکیں۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی قرآن اجازت دیتا ہے تو پاکستان کے اسلامی خاکہ میں اس پر قانوناً پابندی عائد کرنا خارج از بحث ہے۔ اس صورت میں ہم پاکستان کے نظام کو "اسلامی" کا نام نہیں دے سکیں گے۔ اگر پاکستان میں اس قسم کی پابندی لگانے کا حق یہاں کی اسلامی حکومت کو حاصل ہے تو قرآن کے حکم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے

امید ہے آپ کسی قریبی اشاعت میں اس سوال پر اظہار خیال کر کے میری ذہنی خلش کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

جواب :-

ان لوگوں کے فتووں کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا اور شریعت میں ان کے بارے میں دلائل تلاش کرنا فضول ہے ان کا اسلام الگ ہے، جسے یہ ضروریات کے مطابق ساتھ کے ساتھ گھڑ رہے ہیں۔ اور ساتھ کے ساتھ اسے نافذ کر رہے ہیں۔ ان کے لئے وہ اسلام کام کا نہیں ہے جو ان سے کوئی اپنی بات منواتا ہو۔ بلکہ انہیں وہ اسلام درکار ہے جو ان کے پیچھے پیچھے جی حضور کہتا ہوا شراب خانوں، رقص گاہوں اور عیاشیوں کے اڈوں میں گھومتا پھرے۔ یہ زبانی طور پر اگرچہ نام خدا کے آتارے ہوئے قرآن کا لیتے ہیں، لیکن عمل کے لئے اپنا علیحدہ قرآن مرتب کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں جس قسم کے نظام پر چاہیں "اسلامی ریاست" کا لیبل لگا دیں، ان کے ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔